خطبہ نمبر

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

سوموار 31 مئی 2021ء | 18 شوال 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:128

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا تمام معاملہ خیر پر مشتمل ہے اور یہ مقام صرف مومن کو حاصل ہے اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو یہ اس پر شکر بجالاتا ہے، الحمدللہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو یہ امر اس کے لیے خیر کا موجب ہوتا ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ صبر کرتا ہے تو یہ امر بھی اس کے لیے خیر کا موجب بن جاتا ہے۔

(مسلم کتاب الزھد باب المؤمن امرہ کلہ خیر)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

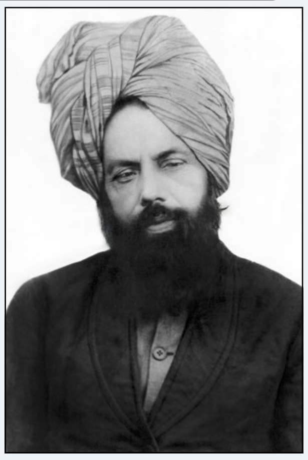

صبر کا ہتھیار توپوں سے زیادہ طاقتور ہے

’’ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں جیسے آنحضرت ﷺ کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار، اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بھائی بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء اور رسل سے زیادہ نہیں ہو، ان پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقع ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو، پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء اور رُسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو، تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے۔ ورنہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگا یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کرکے دکھاؤ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو، بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش سے مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ تو خود اسے شرم آجاتی ہے۔ اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 156-157۔ ایڈیشن 1988)

ارشادِ باری تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(البقرہ: 154)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (اللہ سے) صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

صبر ایک ایسا خلق ہے، اگر کسی میں پیدا ہو جائے یعنی اس طرح پیدا ہو جائے جو اس کا حق ہے تو انسان کی ذاتی زندگی بھی اور جماعتی زندگی میں بھی ایک انقلاب آجاتا ہے۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ صبر کرنے کا حق کس طرح ادا ہو؟ اس کو آزمانے کے لئے ہر روز انسان کو کوئی نہ کوئی موقع ملتا رہتا ہے، کوئی نہ کوئی موقع پیدا ہوتا رہتا ہے کوئی نہ کوئی دکھ، مصیبت، تکلیف، رنج یا غم کسی نہ کسی طرح انسان کو پہنچتا رہتا ہے، چاہے وہ معمولی یا چھوٹا سا ہی ہو۔ تو اس آیت میں فرمایا کہ جب کوئی ایسا موقع پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو تمہیں اس دکھ، تکلیف، پریشانی یا اس مشکل سے نکال سکتی ہے اس لئے اس کے سامنے جھکو، اس سے دعا مانگو کہ وہ تمہاری تکلیف اور پریشانی دور فرمائے لیکن دعا بھی تب ہی قبولیت کا درجہ پاتی ہے جب کسی قسم کا بھی شکوہ یا شکایت زبان پر نہ ہو اور لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کبھی نہ ہو بلکہ ہمیشہ صبر کا مظاہرہ ہو اور ہمیشہ صبر دکھاتے رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور اس سے عرض کرو کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے سر رکھتا ہوں، تیرے سامنے جھکتا ہوں، تجھ سے ہی اپنی اس پریشانی اور تکلیف اور مشکل کو دور کرنے کی التجا کرتا ہوں۔ میں نے کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا۔ یہ تکلیف یا پریشانی جو مجھے آئی ہے میری کسی غلطی کی وجہ سے آئی ہے یا میرے امتحان کے لئے آئی ہے میں اس کی وجہ سے تیرا نافرمان نہیں ہوتا، نہ ہونا چاہتا ہوں، اس کو دور کرنے کے لئے میں کبھی بھی غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکتا۔ بلکہ صبر سے اس کو برداشت تو کر رہا ہوں لیکن تجھ سے اے میرے پیارے خدا! میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے اس سے نجات دے اور ساتھ ہی یہ بھی التجا کرتا ہوں کہ اس امتحان میں، اس ابتلاء میں مجھے اپنے حضور میں ہی جھکائے رکھنا کبھی کسی غیر اللہ کے در پر جانے کی غلطی مجھ سے نہ ہو۔ اور یہ صبر اور یہ تیرے در پہ جھکنا اے اللہ! تیرے فضل سے ہی ہو سکتا ہے اور اے اللہ! کبھی اپنے نافرمانوں میں سے مجھے نہ بنانا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ رویہ تمہارا ہوگا اور اس فکر اور کوشش سے تم میرے در پر آؤ گے تو میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پھر ایسے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ایسے ایسے راستوں سے اس کی مدد کرتا ہے جہاں تک انسان کی سوچ بھی نہیں جا سکتی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے صبر کے معانی اور اس کی کیا کیا صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں کے بارے میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے یہاں میں مختصراً کچھ عرض کر دیتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ صبر کے معنی کیا ہیں، الصَّبْرُ، صبر کے اصل معنی تو رکنے کے ہیں۔ مگر اس لفظ کے استعمال کے بقیہ صفحہ 9 پر

اس شمارہ میں

دربارِ خلافت

اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے (منظوم)

خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

الٰہی بخش کے کیسے تھے یہ تیر
کہ آخر ہو گیا اُن کا وہ نخچیر
اسی پر اس کی لعنت کی پڑی مار
کوئی ہم کو تو سمجھاوے یہ اسرار
تکبّر سے نہیں ملتا وُہ دِلدار
ملے جو خاک سے اُس کو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دِل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
پسند آتی ہے اُس کو خاکساری
تذلّل ہے رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ ۔مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

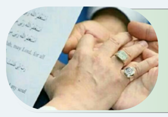

دربارِ خلافت

بیعت کرنے کے واقعات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

آئیوری کوسٹ کے ایک گاؤں شِنالا (Shinala) کے بے ما (Bema) صاحب نے لوگوں کے سامنے ایک عجیب واقعہ بیان کیا۔ کہتے ہیں عرصہ بیس سال قبل خاکسار سخت بیماری میں مبتلا ہوا۔مرگی کے دورے پڑنے لگے۔ ہر ممکن علاج کیا۔ ذرا بھی افاقہ نہ ہوا۔شہر کے ایک عامل نے کچھ تعویذ گنڈے دیتے ہوئے کہا کہ اِن کو کمر سے باندھ لو، یہی تمہاری بیماری کا علاج ہیں۔ اُنہی ایام میں کشف کی حالت میں ایک بزرگ آئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا پہنا ہوا ہے اُسے اتار ڈالو۔ تو میرے دل میں بہت زور سے احساس پیدا ہوا کہ یہ بزرگ امام مہدی ہیں۔ میں نے کمر سے باندھے تعویذ گنڈے اُتار ڈالے۔ اُسی روز خدا تعالیٰ نے مجھے شفا سے نواز دیا۔ اُس دن سے آج تک مجھے کبھی مرگی کا دورہ نہیں پڑا۔ میں تو اُسی روز سے امام مہدی کو قبول کر کے اُن کی تلاش میں تھا۔آپ لوگ آئے اور امام مہدی کی باتیں کی ہیں تو میں سمجھا ہوں کہ امام مہدی مل گئے ہیں۔ پھر اُن کو ہمارے مبلغ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، خلفاء کی تصاویر دکھائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے فوراً کہا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو مجھے خواب میں ملے تھے اور تعویذ گنڈے سے منع کیا تھا۔تو یہ سب خرافات جو ہیں آجکل کے مولویوں نے، پیروں فقیروں نے کمائی کے لئے شروع کی ہوئی ہیں۔ اِن خرافات کو ختم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے ہیں، تبھی تو آپ کا نام مہدی بھی رکھا گیا۔

پھر ابوظہبی سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس قدر کتابیں مجھے مہیا ہوسکیں اُن کے مطالعے سے نیز ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگرام الحوار المباشر کے باقاعدگی سے دیکھنے سے مجھے جماعتی عقائد پر اطلاع ہوئی۔شروع میں تو جہالت اور گزشتہ خیالات کی وجہ سے میں نے فوری منفی ردّعمل ظاہر کیا۔ لیکن جب قرآنی آیات و احادیث اور خدائی سنت کا بغور مطالعہ کیا تو میرا دل مطمئن ہونے لگا۔ اب میرے سامنے دو راستے ہو گئے۔ یا تو میں مسلسل حضرت عیسیٰ بن مریم کے آسمان سے نزول کا انتظار کئے جاؤں اور اس سے قبل دجّال کا انتظار، جس کی بعض ایسی صفات بیان کی گئی ہیں جو صرف خدا تعالیٰ کو زیبا ہیں جیسے احیائے موتیٰ وغیرہ۔ اور پھر جن بھوتوں کے قصے اور قرآنِ کریم میں ناسخ ومنسوخ کے عقیدے سے چمٹا رہوں۔ یا پھر حضرت احمد علیہ السلام کو مسیح موعود اور امام مہدی مان لوں جنہوں نے اسلام کو خرافات سے پاک فرمایا ہے اور اسلام کے حسین چہرے کو نکھار کر پیش فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع بھی فرمایا ہے۔ بہر حال کہتے ہیں مَیں نے خدا تعالیٰ سے مدد چاہی اور بہت دعا کی کہ میری رہنمائی فرمائے اور حق اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ اس کے بعد مَیں نے جماعت احمدیہ اور حضرت احمد علیہ السلام کی طرف ایک دلی میلان محسوس کیا۔ میں نے قانون پڑھا ہوا ہے۔ جب میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار سنے تو میرا جسم کانپنے لگا اور آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے اور میں نے زور سے کہا کہ ایسے شعر کوئی مفتری نہیں کہہ سکتا۔ ایک مفتری کے سینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی محبت کیسے ہوسکتی ہے؟ پھر ایک عجمی کا اتنا قوی اور فصیح و بلیغ عربی زبان کا استعمال کرنا بغیر خدائی تائید کے ناممکن ہے۔ اس طرح پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہدایت کے سامان پیدا فرمائے۔

شام سے ایک دوست مصطفیٰ حریری صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں ایک سادہ انسان ہوں، پڑھ لکھ نہیں سکتا اور نہ ہی میرے پاس کوئی وسائل ہیں۔ گزشتہ چار ماہ میں مَیں نے بہت سی خوابیں دیکھی ہیں کہ میری روح قبض کی جارہی ہے۔ آخری خواب میں میں نے دیکھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طرطوس شہر میں تشریف لائے ہیں اور ہمارے گھر کے ہی ایک کمرے میں تشریف فرما ہیں جس کا اصل میں ایک ہی دروازہ ہے لیکن مجھے خواب میں اُس کے دو دروازے نظر آئے۔ ایک مغرب کی طرف اور دوسرا قبلے کی طرف۔ میرے والد صاحب اس دروازے پر کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو۔ میں نے سلام عرض کیا۔ جب میں نے مصافحہ کیا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا میرے دل میں داخل ہوا اور اطمینانِ قلب نصیب ہوا۔ میں نے نظر اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں موجود ہیں۔ احمدیت قبول کرنے کے بارہ میں میں نے استخارہ کے بعد جس میں مَیں نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ اے خدا! میں ایک سادہ اَن پڑھ انسان ہوں، مجھے حق دکھا تو خدا تعالیٰ نے میرے عمل مجھے دکھائے جو اچھے نہیں تھے کیونکہ میں نماز کا بھی پابند نہ تھا۔ اس کے بعد مَیں نے اپنے آپ کو اپنی والدہ کے ساتھ قبرستان میں دیکھا۔حضرت امام مہدی علیہ السلام میری روح قبض کرنے آئے ہیں اور انہوں نے میری گردن پر ٹھوکر ماری ہے جس سے میری گردن پر ایک مُہر کا نشان پڑ گیا ہے۔ اُس کے بعد میں وہاں سے چل پڑا حتی کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا اور میں نے اُسے تعجب سے کہا کہ میری گردن پر امام مہدی کی مہر لگی ہوئی ہے۔تو اُس نے کہا یہ نشان میری گردن پر بھی ہے اور یہ بیعت کی مہر ہے۔

الجزائر کے عرقوب بن عمر صاحب ہیں۔ کہتے ہیں ایک دن ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ اچانک آپ کا چینل دیکھ کر اور آپ کا عیسائیوں سے مقابلہ دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کی جماعت حق پر ہے۔تب اپنے ربّ سے کہا کہ مَیں اس جماعت پر ایمان لاتا ہوں، مجھے ان کی تصدیق کے لئے کسی خواب وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کے مطابق حضرت امام مہدی کو قبول کرتا ہوں۔تو اس طرح کے سعید فطرت بھی لوگ ہوتے ہیں کہ سچائی دیکھ کر پھر کسی اور دلیل کو یا کسی اور نشان کو نہیں مانگتے۔ کہتے ہیں کہ پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ناصر صلاح الدین عیسائیوں سے مقابلے میں ایک جماعت کی قیادت کر رہا ہے۔ پھر اچانک آسمان پھٹ گیا اور میں نے آواز سنی کہ اپنا موبائل کھولو اس پر ایک نمبر آئے گا اور اس سال اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا اور تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔ میں نے موبائل کھولا تو وہاں 2150 نمبر تھا۔ میں سمجھا کہ یہ بات 2150 سن میں پوری ہو گی۔ اسی لمحے میری آنکھ لگ گئی اور میں نے گھڑی دیکھی تو وہ گھڑی میں (ڈیجیٹل گھڑی تھی) اس میں وقت آرہا تھا 21:50 یعنی شام کے نو بج کے پچاس منٹ۔ کہتے ہیں سات ماہ قبل جب سے میں نے بیعت کی ہے روزے رکھ رہا ہوں اور ایک خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملّاؤں اور علماء پر غضبناک ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں فرماتے ہیں کہ یہ رسول ہے اور میرے بعد آنے والا نبی۔سو دیکھیں دُور دراز رہنے والا ایک شخص ہے۔ دعا کرتا ہے اور اس طرح بھی اللہ تعالیٰ آپ کی نبوت کے بارے میں اس پر واضح کر دیتا ہے۔

پھر الجزائر کے حدّاد عبد القادر صاحب ہیں۔ کہتے ہیں 2004ء میں رمضان المبارک میں خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا کہ آؤ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے لے چلتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ تقریباً ایک میٹر اونچی دیوار کے پیچھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ پھر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیوار کے مابین ایک گندمی رنگ کا شخص کھڑا ہے جس کی سیاہ گھنی داڑھی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ ھٰذا رَسُوْلُ اللّٰہ کہ یہ اللہ کا رسول ہے۔ پھر آپ مشرق کی جانب ایک نور کی طرف چلے جاتے ہیں جبکہ یہ شخص اُسی جگہ کھڑا رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چار سال بعد 2008ء میں اتفاقاً آپ کا چینل دیکھا تو اس پر مجھے اس شخص کی تصویر نظر آئی جس کو میں نے خواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا تھا اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر تھی۔ چنانچہ میں نے اُسی وقت بیعت کر لی۔ (خطبہ جمعہ 3/ جون 2011ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 28/ مئی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ہم نے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کو مانا اور پھر خلافت کی بیعت میں آئے

مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

سو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئی کے مطابق گذشتہ 113 سال سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حرف بہ حرف پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں

پاکستان و دیگر ممالک میں مظلوم احمدیوں کے لیے اور فلسطین سمیت مظلوم مسلمانوں کے لیے خصوصی دعا کی تحریک

27/ مئی، یوم خلافت کی مناسبت سے گذشتہ 113 سال میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی ایک جھلک

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 28/ مئی 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت عطاءالنور ہادی صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ النور کی آیات 56 اور 57 کی تلاوت و ترجمہ کے بعد حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کل 27/ مئی تھی جسے ہم یومِ خلافت کے نام سے یاد رکھتے ہیں۔ یومِ خلافت کی مناسبت سے جماعت میں جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں تا کہ جماعت کی تاریخ کا علم ہو اور خلافت سے متعلق ہم اپنی ذمہ داریوں سے واقف رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ہم نے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کو مانا اور پھر خلافت کی بیعت میں آئے۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں تمکنتِ دین اور حالتِ خوف کو امن میں بدلنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مگر یہ وعدہ مضبوط ایمان، نیک اعمال، عبادت کا حق ادا کرنے اور شرک سے بکلّی اجتناب کے ساتھ مشروط ہے۔ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے نمازوں کی ادائیگی، انفاق فی سبیل اللہ اور رسول کی اطاعت انتہائی ضروری ہے۔

پس جب ہم یہ باتیں یاد رکھیں گے تو پھر ہی ہم خلافت کے انعام سے حقیقی فیض پانے والے ہوں گے۔ یہ آیت جہاں مومنوں کے لیے خوش خبری ہے وہاں فکر کا مقام بھی ہے کیونکہ اگر ان شرائط پر پورا نہیں اتر رہے تو پھر اس انعام سے حقیقی طور پر فیض نہیں پا سکتے۔ اگر نماز، زکوٰۃ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کو جذب کرنے والے نہیں بن سکتے۔ پس صرف اپنی تاریخ سے واقفیت حاصل کر لینا اور یومِ خلافت منا لینا کافی نہیں؛ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہماری ایمانی حالت کیا ہے۔ دلی سکون اور امن تب ہی حاصل ہو گا جب ہمارا ہر عمل صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہو گا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ عملِ صالح اسے کہتے ہیں کہ جب ایک ذرہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو! انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ وہ ہیں ریا کاری، عجب اور قسم قسم کی بدکاریاں جن کو انسان بعض دفعہ محسوس بھی نہیں کرتا۔ عملِ صالح وہ ہے جس میں ظلم، عجب، ریا، تکبر اور حقوقِ انسان تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عملِ صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔

فرمایا: عملِ صالح ہماری اپنی تجویز اور قرارداد سے نہیں ہو سکتا، صالح فساد کی ضد ہے پس ضروری ہے کہ عملِ صالح میں بھی کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ عملِ صالح کی خود تشریح کرنے لگ جائیں، معروف فیصلے کی خود تفسیر کرنے لگ جائیں۔ ایسے لوگوں کو ان کا خلافت سے جڑنے کا اعلان کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جو لوگ خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرماں بردار ہوں یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کی حفاظت کرنے والے اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔

پس یہ وہ حقیقی خلافت ہے جس میں جماعت اور خلیفۂ وقت کا تعلق خدا کی رضا کے حصول کے لیے ہے اور یہی وہ خلافت ہے جو تمکنت اور امن کا باعث ہے۔ دوسرے مسلمان جو دنیاوی حیلوں اور تدبیروں سے خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں ان کے حیلے اور تدبیریں انہیں کبھی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ یہ جتنی چاہیں کوشش کر لیں اب خلافت اسی طرح جاری رہنی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ’رسالہ الوصیت‘ میں خلافت کے نظام کے متعلق بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی سنّت ہے کہ وہ نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کرا دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعے سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال نے جہاں ہر احمدی کو ہلا کر رکھ دیا وہاں غیروں نے خوشی کے بڑے شادیانے بجائے۔ آپؑ کی وفات پر ایسی ہرزہ سرائیاں کی گئیں کہ انسانیت کو ان کے بارے میں سن کر شرم آتی ہے۔ یہ بیہودہ گوئیاں تو بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن انہوں نے جو جماعت کا شیرازہ بکھرنے اور احمدیت سے تائب ہونے کے بارے میں جھوٹی خبریں پھیلائیں ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔ پیر جماعت علی شاہ کے مریدوں نے کہا کہ مرزائی تائب ہو کر بیعت کر رہے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب احمدیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب تو فوت ہو گئے اب تمہیں کوئی سنبھال نہیں سکتا اس لیے چھوڑو احمدیت اور آؤ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً فرمایا تھا کہ مَیں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں۔ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے تسلّی دی تھی کہ دیگر انبیا کی طرح آپ کے بعد بھی خلافت کا سلسلہ شروع ہو گا۔ بعض کمزور طبع احمدی جو حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کہتے ہوئے جھجکتے ہیں یہاں اس کا بھی جواب آ گیا۔ خود آپؑ نے فرما دیا کہ میری جماعت نبی کی جماعت ہے اور مَیں نبی ہوں۔ قدرتِ ثانیہ کے جاری رہنے کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں کہ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔

سو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئی کے مطابق گذشتہ 113 سال سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حرف بہ حرف پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جن کے بارے میں اخبار ’کرزن گزٹ‘ نے لکھا تھا کہ مرزائیوں میں اب کیا رہ گیا، ان کا سر کٹ چکا۔ ایک شخص جو ان کا امام بنا ہے اس سے تو کچھ نہیں ہو گا۔ ہاں یہ کہ وہ تمہیں مسجد میں قرآن سنایا کرے گا۔ یہ بات سن کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا: خدا کرے کہ یہی ہو کہ مَیں تمہیں قرآن سنایا کروں۔ آپؓ نے یہ کام تو خوب کیا ہی ساتھ منافقین اور انجمن کے بعض عمائدین کے فتنوں کو اس سختی سے دبایا کہ کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ کسی قسم کا شر پیدا کر سکے۔

پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انجمن کے عمائدین تمام خزانہ لے کر وہاں سے غائب ہو گئے لیکن دنیا نے دیکھا کہ کس طرح خلافت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو تمکنت عطا فرمائی۔ حضرت مصلح موعودؓ کا باون سالہ دَورِ خلافت اس بات کا گواہ ہے کہ وہ نَوجوان جس کے سپرد اللہ تعالیٰ نے خلافت کی باگ ڈور کی، کس تیزی سے جماعت کو لے کر ترقی کی منزلوں پر قدم مارتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔

1965ء میں آپؓ کی وفات ہوئی تو خدا تعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر کو کھڑا کر دیا۔ آپؒ کے دورِ خلافت میں دنیا بھر میں جماعت کا تعارف بڑھا۔ 1974ء میں جب احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر جماعت کے ہاتھوں میں کشکول پکڑانے کی باتیں کی گئیں تو خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر جماعت کے لیے مالی کشائش کے نئے راستے کھول دیے۔

1982ء میں خلافتِ رابعہ کے آغاز پر جماعت کی ترقی دیکھ کر دشمن جو حواس باختہ ہو چکا تھا اس نے خلافتِ احمدیہ کو عضوِ معطّل بنانے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی غیر معمولی تائید و نصرت کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے سامان پیدا فرما دیے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچنے لگا۔

2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات جماعت کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے مومنین کی دعاؤں کو سنا اور خوف کی حالت کو ایک دفعہ پھر امن میں بدل دیا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں خلافتِ راشدہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق چار خلافتوں تک محدود رہی اور حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد جس طرح اسلام کی تاریخ میں بہت سے نئے باب کھلے ہیں خلافتِ خامسہ بھی انہی کا ایک حصہ ہے اور یہ دور بھی آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق ہی ہے۔ دنیا بھر میں جماعت کا تعارف اس دور میں غیر معمولی تیزی سے بڑھا ہے۔ قرآنِ کریم کے تراجم کا کام ہو یا حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی اشاعت یا ایم ٹی اے کا پھیلاؤ، ہر میدان میں غیر معمولی ترقی نظر آتی ہے۔ کورونا وائرس کی وبا کے دوران آن لائن ملاقاتوں کا نیا سلسلہ شروع ہوا ہے جس سے خلیفۂ وقت اور جماعتوں میں براہِ راست رابطہ ہو رہا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کے حضرت مسیح موعودؑ سے کیے گئے وعدوں کے مطابق ہے پس ہمیں خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے ہوئے اس کے آگے جھکنے اور خلافت کا مطیع و فرماں بردار رہنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کرے کہ سلسلے کی پوری ترقی کے نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہوں۔ ہماری عبادتیں، نمازیں اور ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔

آج پھر دعاؤں کا کہنا چاہتا ہوں پاکستان کے احمدیوں اور جہاں کہیں بھی مظلوم احمدی ہیں اُن کے لیے دعا کریں۔ فلسطین سمیت مظلوم مسلمانوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مشکلات کو دور فرمائے اور ہم جلد از جلد اسلام اور حضرت محمد ﷺ کا جھنڈا لہراتا ہوا اور تمام دنیا میں توحید کو قائم ہوتا ہوا دیکھیں۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 07؍ مئی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

جب حضرت عمر بن خطابؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کرتے ہوئے آپؓ کے سینے پر تین دفعہ ہاتھ مارا۔ اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ مَا فِیْ صَدْرِہٖ مِنْ غِلٍّ وَ اَبْدِلْہُ اِیْمَانًا۔ اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ بھی بغض ہے اس کو دور کر دے اور اس کو ایمان سے بدل دے۔ آپؐ نے یہ دعا تین دفعہ فرمائی

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

احمدیوں کو اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم کرتے ہوئے ایمان اور یقین کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے، نمازوں اور عبادتوں کو معیاری بنانے اور پھر اپنی اولادوں کو اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان کی نعمت سے سرفراز کرنے کی نصیحت

کورونا وبا سے بچنے کے لیے، پاکستان سمیت جن ممالک میں جماعت احمدیہ کے مخالفانہ حالات ہیں وہاں کے احمدیوں کے لیے، ہر قسم کے فتنے سے بچنے کے لیے، عمومی طور پر امتِ مسلمہ کے لیے، مجموعی طور پر انسانیت کے لیے دعائیں کرنے کی تحریک

پاکستان کے احمدیوں کو خاص طور پر صدقہ وخیرات اور دعاؤں پر توجہ دینے کی تلقین

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اور ان کے اسلام لانے کے بارے میں ذکر ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق جس طرح بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ’’حضرت عمرؓ اسلام کی برابر سختی سے مخالفت کرتے رہے۔‘‘ یعنی جب تک اسلام نہیں لائے مسلسل مخالفت کر رہے تھے۔ ’’ایک دن ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس مذہب کے بانی کا ہی کام تمام کر دیا جائے اور اس خیال کے آتے ہی انہوں نے تلوار ہاتھ میں لی اور رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے قتل کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں کسی نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مارنے کیلئے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے ہنس کر کہا اپنے گھر کی تو پہلے خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی تو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ جھوٹ ہے۔ اس شخص نے کہا تم خود جا کر دیکھ لو۔ حضرت عمرؓ وہاں گئے۔ دروازہ بند تھا اور اندر ایک صحابیؓ قرآن کریم پڑھا رہے تھے۔ آپ نے دستک دی۔ اندر سے آپؓ کے بہنوئی کی آواز آئی۔ کون ہے؟ عمرؓ نے جواب دیا عمر۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت عمرؓ آئے ہیں اور وہ جانتے تھے کہ آپ اسلام کے شدید مخالف ہیں تو انہوں نے صحابیؓ کو جو قرآن کریم پڑھا رہے تھے کہیں چھپا دیا۔ اسی طرح قرآن کریم کے اوراق بھی کسی کونہ میں چھپا کر رکھ دیئے اور پھر دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ چونکہ یہ سن کر آئے تھے کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔‘‘ یعنی ان کے بہنوئی اور بہن۔ ’’اس لئے انہوں نے آتے ہی دریافت کیا کہ دروازہ کھولنے میں دیر کیوں کی ہے؟ آپ کے بہنوئی نے جواب دیا آخر دیر لگ ہی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ بات نہیں۔ کوئی خاص امر دروازہ کھولنے میں روک بنا ہے۔ مجھے آواز آ رہی تھی کہ تم اس صابی کی باتیں سن رہے تھے۔ (مشرکین مکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے۔) انہوں نے پردہ ڈالنے کی کوشش کی‘‘ ان کے بہنوئی نے ’’لیکن حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور وہ اپنے بہنوئی کو مارنے کیلئے آگے بڑھے۔ آپ کی بہن اپنے خاوند کی محبت کی وجہ سے درمیان میں آ گئیں۔ حضرت عمرؓ چونکہ ہاتھ اٹھا چکے تھے اور ان کی بہن اچانک درمیان میں آ گئیں وہ اپنا ہاتھ روک نہ سکے اور ان کا ہاتھ زور سے ان کی ناک پر لگا‘‘ یعنی بہن کی ناک پر ’’اور اس سے خون بہنے لگا۔ حضرت عمرؓ جذباتی آدمی تھے یہ دیکھ کر کہ انہوں نے عورت پر ہاتھ اٹھایا ہے جو عرب کے طریق کے خلاف تھا اور پھر بہن پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بات ٹلانے کیلئے کہا اچھا مجھے بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے سمجھ لیا کہ عمرؓ کے اندر نرمی کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا جاؤ تمہارے جیسے انسان کے ہاتھ میں مَیں وہ پاک چیز دینے کیلئے تیار نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر مَیں کیا کروں؟ بہن نے کہا وہ سامنے پانی ہے نہا کر آؤ تب وہ چیز تمہارے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نہائے اور واپس آئے۔ بہن نے قرآن کریم کے اوراق جو وہ سن رہے تھے آپ کے ہاتھ میں دیئے چونکہ حضرت عمرؓ کے اندر ایک تغیر پیدا ہو چکا تھا اس لئے قرآنی آیات پڑھتے ہی ان کے اندر رقت پیدا ہوئی اور جب وہ آیات ختم کر چکے تو بے اختیار انہوں نے کہا کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ الفاظ سن کر وہ صحابیؓ بھی باہر نکل آئے جو حضرت عمرؓ سے ڈر کر چھپ گئے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کہاں مقیم ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مخالفت کی وجہ سے گھر بدلتے رہتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل آپؐ دارِ ارقم میں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فوراً اسی حالت میں جب کہ ننگی تلوار انہوں نے لٹکائی ہوئی تھی اس گھر کی طرف چل پڑے۔ بہن کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ شاید وہ بُری نیت سے نہ جا رہے ہوں۔ انہوں نے آگے بڑھ کر کہا خدا کی قسم! مَیں تمہیں اس وقت تک نہیں جانے دوں گی جب تک تم مجھے اطمینان نہ دلا دو کہ تم کوئی شرارت نہیں کرو گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مَیں پکا وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں کوئی فساد نہیں کرونگا۔ حضرت عمرؓ وہاں پہنچے۔‘‘ یعنی اس جگہ جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے ’’اور دستک دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اندر بیٹھے ہوئے تھے دینی درس ہو رہا تھا۔ کسی صحابیؓ نے پوچھا کون؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا عمر! صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! دروازہ نہیں کھولنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی فساد کرے۔ حضرت حمزہؓ نئے نئے ایمان لائے ہوئے تھے وہ سپاہیانہ طرز کے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا دروازہ کھول دو۔ مَیں دیکھوں گا وہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر! تم کب تک میری مخالفت میں بڑھتے چلے جاؤ گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مَیں مخالفت کیلئے نہیں آیا مَیں تو آپؐ کا غلام بننے کیلئے آیا ہوں۔ وہ عمرؓ جو ایک گھنٹہ پہلے اسلام کے شدید دشمن تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کیلئے گھر سے نکلے تھے ایک آن میں اعلیٰ درجہ کے مومن بن گئے۔ حضرت عمرؓ مکہ کے رئیسوں میں سے نہیں تھے لیکن بہادری کی وجہ سے نوجوانوں پر آپ کا اچھا اثر تھا۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو صحابہؓ نے جوش میں آ کر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ اس کے بعد نماز کا وقت آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی چاہی تو وہی عمرؓ جو دو گھنٹے قبل گھر سے اس لئے نکلا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے۔ اس نے دوبارہ تلوار نکال لی اور کہا۔ یا رسول اللہؐ! خدا تعالیٰ کا رسول اور اس کے ماننے والے تو چھپ کر نمازیں پڑھیں اور مشرکین مکہ باہر دندناتے پھریں یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

مَیں دیکھوں گا کہ ہمیں خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے سے کون روکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جذبہ تو بہت اچھا ہے لیکن ابھی حالات ایسے ہیں کہ ہمارا باہر نکلنا مناسب نہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 141تا143)

لیکن اس کے بعد پھر خانہ کعبہ میں نماز بھی ادا کی گئی جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ ”ابتدائے زمانہ اسلام میں صرف دو شخص مسلمانوں میں بہادر سمجھے جاتے تھے۔ ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے امیر حمزہؓ۔ جب یہ دونوں اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم گھروں میں چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں۔ جب کعبہ پر ہمارا بھی حق ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے اس حق کو حاصل نہ کریں اور کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کفار کو فساد کے جرم سے بچانے کے لئے گھر میں نماز ادا کر لیا کرتے تھے خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ کے ایک طرف حضرت عمرؓ تلوار کھینچ کر چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف امیر حمزہؓ اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی۔“

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 10)

جب حضرت عمرؓ کے اسلام کی خبر قریش میں پھیلی تو وہ سخت جوش میں آ گئے اور اسی جوش کی حالت میں انہوں نے حضرت عمرؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ باہر نکلے تو ان کے اردگرد لوگوں کا ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا اور قریب تھا کہ بعض جوشیلے ان پر حملہ آور ہو جائیں لیکن حضرت عمرؓ بھی نہایت دلیری کے ساتھ ان کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخر اسی حالت میں مکہ کا رئیس اعظم عاص بن وائل وہاں آ گیا اور اس ہجوم کو دیکھ کر اس نے اپنے سردارانہ انداز میں آگے بڑھ کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس رئیس نے موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے کہا: تو خیر، پھر بھی اس ہنگامے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں عمرؓ کو پناہ دیتا ہوں۔ اس آواز کے سامنے عربی دستور کے مطابق لوگوں کو خاموش ہونا پڑا اور وہ آہستہ آہستہ منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ چند دن تک امن میں رہے کیونکہ عاص بن وائل کی پناہ کی وجہ سے کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا تھا لیکن اس حالت کو حضرت عمرؓ کی غیرت نے زیادہ دیر تک برداشت نہ کیا۔ چنانچہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انہوں نے عاص بن وائل سے جا کر کہہ دیا کہ مَیں تمہاری پناہ سے نکلتا ہوں۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں مکہ کی گلیوں میں بس پٹتا اور پیٹتا ہی رہتا تھا۔ یعنی لڑائی جھگڑا ہی رہتا تھا مگر حضرت عمرؓ نے کبھی کسی کے سامنے آنکھ نیچی نہیں کی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 159)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے کتنے شدید دشمن تھے مگر پھر ان میں کیسی تبدیلی پیدا ہوئی۔ نہ صرف ان کی اصلاح ہوئی بلکہ وہ روحانیت کے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے کہ ان کا پہچاننا بھی مشکل ہو گیا۔“ یعنی بالکل کایا پلٹ گئی۔ پہچانے نہیں جاتے تھے کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ ”حضرت عمرؓ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لٹھ لئے پھرتے تھے جب انہیں اسلام لانا نصیب ہوا تو ان میں ایسی تبدیلی پیدا ہوئی کہ دنیا کے فائدہ کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے لگے اور دن رات اسلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 45)

یہاں ”جان جوکھوں میں ڈالنے لگے“ دین کے فائدہ کے لیے ہونا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دیکھو کس قدر فائدہ پہنچا۔ ایک زمانہ میں یہ ایمان نہ لائے تھے اور چار برس کا توقف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ خوب مصلحت سمجھتا ہے کہ اس میں کیا سرّ تھا۔ ابوجہل نے تلاش کی کہ کوئی ایسا شخص تلاش کیا جاوے جو رسول اللہؐ کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت عمرؓ بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے اور شوکت رکھتے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہؐ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور معاہدہ پر حضرت عمرؓ اور ابوجہل کے دستخط ہو گئے اور قرار پایا کہ اگر عمرؓ قتل کر آویں تو اس قدر روپیہ دیا جاوے۔“ فرماتے ہیں دیکھو ”اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے جاتے ہیں دوسرے وقت وہی عمرؓ اسلام میں ہو کر خود شہید ہوتے ہیں۔ وہ کیا عجیب زمانہ تھا۔

غرض اس وقت یہ معاہدہ ہوا کہ مَیں قتل کرتا ہوں۔ اس تحریر کے بعد آپؐ کی تلاش اور تجسس میں لگے راتوں کو پھرتے تھے۔“ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حضرت عمرؓ تجسس میں لگے رہتے تھے، راتوں کو پھرتے تھے ”کہ کہیں تنہا مل جاویں تو قتل کر دوں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ”لوگوں سے دریافت کیا کہ آپؐ تنہا کہاں ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نصف رات گزرنے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے۔ چنانچہ خانہ کعبہ میں آ کر چھپ رہے۔ جب تھوڑی دیر گزری تو جنگل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی ہوئی معلوم ہوئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آواز تھی۔ اس آواز کو سن کر اور یہ معلوم کر کے کہ وہ ادھر ہی کو آ رہی ہے۔ حضرت عمرؓ اور بھی احتیاط کر کے چھپے اور یہ ارادہ کر لیا کہ جب سجدہ میں جائیں گے تو تلوار مار کر سر مبارک تن سے جدا کر دوں گا۔ آپؐ نے آتے ہی نماز شروع کر دی۔ پھر اس سے آگے کے واقعات خود حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں۔“ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ”اس سے آگے کے واقعات حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں اس قدر رو رو کر دعائیں کیں کہ مجھ پر لرزہ پڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بھی کہا کہ سَجَدَ لَکَ رُوْحِیْ وَجَنَانِیْ۔ یعنی اے میرے مولیٰ! میری روح اور میرے دل نے بھی تجھے سجدہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کو سن سن کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ آخر میرے ہاتھ سے ہیبت حق کی وجہ سے تلوار گر پڑی۔ میں نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس حالت سے سمجھ لیا کہ یہ سچا ہے اور ضرور کامیاب ہو جائے گا مگر نفس امارہ برا ہوتا ہے۔“ بار بار ابھارتا ہے۔ ”جب آپؐ نماز پڑھ کر نکلے مَیں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ پاؤں کی آہٹ جو آپؐ کو معلوم ہوئی۔ رات اندھیری تھی۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا کون ہے؟ مَیں نے کہا عمر۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! نہ تو رات کو پیچھا چھوڑتا ہے اور نہ دن کو۔ اس وقت مجھے رسول اللہؐ کی روح کی خوشبو آئی اور میری روح نے محسوس کیا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بددعا کریں گے۔ مَیں نے عرض کیا: یا حضرت! بددعا نہ کریں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ وقت اور وہ گھڑی میرے اسلام کی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں مسلمان ہو گیا۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 180-181)

یہ ایک روایت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور ایک اَور جگہ دوسری بھی اسی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک وقفہ کے بعد آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ بھی یہی باتیں ہیں لیکن اس میں آخر میں ایک دو الفاظ ذرا مزید مختلف نتیجہ نکالے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوجہل کے ساتھ اسلام سے پہلے ملتے تھے۔ بلکہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے منصوبہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاوے اور کچھ روپیہ بھی بطور انعام مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ اس کام کے لیے منتخب ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تلوار کو تیز کیا اور موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر حضرت عمرؓ کو پتہ ملا کہ آدھی رات کو آپؐ کعبہ میں آ کر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کعبہ میں آ کر چھپ رہے اور انہوں نے سنا کہ جنگل کی طرف سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی ہے اور وہ آواز قریب آتی گئی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں آ داخل ہوئے اور آپؐ نے نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے سجدہ میں اس قدر مناجات کی کہ مجھے تلوار چلانے کی جرأت نہ رہی۔ چنانچہ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ آگے چلے۔ پیچھے پیچھے مَیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی اور آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ مَیں نے کہا کہ عمر۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ! نہ تُو دن کو میرا پیچھا چھوڑتا ہے نہ رات کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے محسوس کیا کہ آپؐ بددعا کریں گے۔ اس لیے میں نے کہا کہ حضرت آج کے بعد میں آپؐ کو ایذا نہ دوں گا۔ عربوں میں چونکہ وعدہ کا لحاظ بہت بڑا ہوتا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے یقین کر لیا مگر دراصل حضرت عمرؓ کا وقت آ پہنچا تھا۔“ یہ باتیں پچھلے حوالے سے ذرا نئی ہیں۔ ”آنحضرتؐ کے دل میں گذرا کہ اس کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ آخر حضرت عمر مسلمان ہوئے اور پھر وہ دوستیاں وہ تعلقات جو ابوجہل اور دوسرے مخالفوں سے تھے یکلخت ٹوٹ گئے اور ان کی جگہ ایک نئی اخوت قائم ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہؓ ملے اور پھر ان پہلے تعلقات کی طرف کبھی خیال تک نہ آیا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 340)

ایک جگہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا وہی واقعہ اسی طرز پہ بیان کرتے ہوئے پھر آپؑ نے بیان فرمایا

ہے۔ ہلکے سے چند ایک الفاظ مختلف ہوں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے جانا آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالت مآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لیے آمادہ ہوگیا۔ اس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی۔ دریافت پر اسے معلوم ہوا کہ حضرت نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرض نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سرِشام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔ آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آنا شروع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گریں تو اس وقت قتل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اس طرح حمدِ الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ اس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہوگیا۔‘‘ یہاں اس میں حضرت عمرؓ کی نرمی کو آپؑ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ’’نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو ان کے پیچھے حضرت عمرؓ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمرؓ! کیا تُو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ حضرت عمرؓ بددعا کے ڈر سے بول اٹھے کہ حضرت مَیں نے آپؐ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔ میرے حق میں بددعا نہ کیجئے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 61)

یہ بتانے کے لیے اب مَیں نے تین مختلف حوالے پڑھے ہیں۔ ایک جنوری 1901ء کا ہے، ایک اگست 1902ء کا، ایک جون 1904ء کا ہے یا شاید 1907ء کا ہے۔ بہرحال ان تینوں جگہوں پر رات کو خانہ کعبہ میں حملے کا ذکر آپؑ نے فرمایا ہے۔ شاید اس کے بعد پھر نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر دن کو بھی نکلے ہوں گے اور وہ بہن بھائی والا واقعہ پیش آیا جس کو عام بیان کیا جاتا ہے لیکن بہرحال آپ نے تینوں دفعہ یہی فرمایا اور یہ ہوا کیونکہ نفس امارہ کا بھی آپ نے ذکر کیا۔ ہوسکتا ہے پھر ایک جوش آیا ہو اور اس وقت نکلے ہوں اور دونوں واقعات میں یہ ذکر تو بہرحال ہے چاہے وہ بہن والا واقعہ، بہن بہنوئی والا یا یہ رات کو قتل والا کہ ابوجہل کے بھڑکانے اور انعام مقرر کرنے پہ آپؓ نے، حضرت عمرؓ نے یہ ارادہ کیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’ابوجہل کو فرعون کہا گیا ہے مگر میرے نزدیک وہ تو فرعون سے بڑھ کر ہے فرعون نے تو آخر کہا۔ اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ (یونس:91) مگر یہ آخر تک ایمان نہ لایا مکہ میں سارا فساد اسی کا تھا اور بڑا متکبر اور خود پسند، عظمت اور شرف کو چاہنے والا تھا اس کا اصل نام بھی عمرو تھا اور یہ دونوں عمر مکہ میں تھے۔ خدا کی حکمت کہ ایک عمرؓ کو کھینچ لیا اور ایک بے نصیب رہا۔ اس کی روح تو دوزخ میں جلتی ہوگی اور حضرت عمرؓ نے ضد چھوڑ دی تو بادشاہ ہوگئے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 247)

حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کرتے ہوئے آپؓ کے سینے پر تین دفعہ ہاتھ مارا۔ اَللّٰھُمَّ اَخۡرِجۡ مَا فِیۡ صَدۡرِہٖ مِنۡ غِلٍّ، وَاَبۡدِلۡہُ اِیۡمَانًا۔ اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ بھی بغض ہے اس کو دور کر دے اور اس کو ایمان سے بدل دے۔ آپؐ نے یہ دعا تین دفعہ فرمائی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ۳ صفحہ ۲۳۷ باب عمر بن الخطاب دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

جیسا کہ ہم حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے کی زندگی میں دیکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے سخت خلاف تھے لیکن جب آپؓ اسلام لائے تو آپ کا اسلام قبول کرنا مسلمانوں کے لیے فتح اور تنگی سے نجات کا ذریعہ ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک کھل کر اللہ کی عبادت نہیں کی جب تک کہ حضرت عمرؓ ایمان نہ لے آئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ الجزء ۴ صفحہ ۴۸۴ ذکر عمر بن الخطاب دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

عبدالرحمٰن بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس رات مَیں نے اسلام اختیار کیا تو مَیں نے سوچا کہ اہلِ مکہ میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں سب سے زیادہ کون بڑھا ہوا ہے کہ مَیں اس کے پاس جاؤں اور اس کو بتاؤں کہ مَیں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے سوچا وہ ابوجہل ہی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب صبح ہوئی تو مَیں اس کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؓ کہتے ہیں کہ ابوجہل میرے پاس آیا اور کہا: اے میرے بھانجے خوش آمدید۔ حضرت عمرؓ کو اس نے کہا کہ میرے بھانجے خوش آمدید۔ تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ مَیں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ مَیں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور مَیں نے اس کی تصدیق کی ہے جو وہ لایا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس نے دروازہ مجھ پر بند کر دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو اور اس چیز کو جو تُو لایا ہے برباد کرے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 162 ذکر اسلام عمر بن خطاب دار ابن حزم بیروت 2009ء)

یہ ابوجہل کے الفاظ تھے۔

حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتیں پھیلانے کی عادت کس شخص کو ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جمیل بن مَعۡمَرۡ جُمَحِی۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؓ صبح صبح اس کے پاس چلے گئے اور مَیں بھی آپؓ کے پیچھے پیچھے گیا اور مَیں دیکھ رہا تھا کہ آپؓ کیا کرتے ہیں اور مَیں کم عمر تو تھا لیکن جو کچھ دیکھتا تھا اس کو سمجھتا تھا۔ یہ ابنِ عمرؓ کہہ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپؓ اس کے پاس پہنچے تو اس سے کہا کہ اے جمیل! کیا تجھے معلوم ہے کہ مَیں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو چکا ہوں۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! آپؓ نے اس بات کو دہرایا نہیں تھا یعنی دوسری دفعہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی کہ وہ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے نکل پڑا اور حضرت عمرؓ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں بھی اپنے والد کے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ جب وہ یعنی وہ شخص جمیل خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑا ہوگیا اور بلند آواز سے پھر چیخا کہ اے قریش کے گروہ! اس نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کے یہ اعلان کیا کہ اے قریش کے گروہ! اور وہ لوگ کعبہ کے گرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے کہا کہ سن لو عمرؓ بن خطاب صابی ہوگیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے سے یہ کہہ رہے تھے کہ اس نے جھوٹ کہا ہے۔ مَیں نے تو اسلام قبول کیا ہے۔ صابی نہیں ہوا بلکہ مَیں نے اسلام قبول کیا ہے اور اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر قریش آپؓ پر جھپٹے۔ آپؓ ان سے اور وہ آپؓ سے برابر لڑتے رہے یعنی پھر لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا۔ راوی نے کہا کہ آپ تھک گئے یعنی حضرت عمرؓ تھک گئے تو بیٹھ گئے اور لوگ آپؓ کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ آپؓ کہہ رہے تھے تم جو چاہو کرو میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو مرد ہو گئے تو ہم اسے یعنی مکہ کو تمہارے لیے چھوڑ دیں گے یا تم اسے ہمارے لیے چھوڑ دو گے۔ یعنی پھر ہم آزادی سے ہر چیز کریں گے۔ راوی نے کہا کہ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ قریش میں سے ایک بوڑھا شخص آیا جو یمنی کپڑے کا نیا لباس اور نقش و نگار والی قمیص پہنے ہوئے تھا یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہوگیا اور کہا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ عمر صابی ہوگیا ہے۔ اس نے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ ایک شخص نے اپنے لیے ایک بات اختیار کر لی ہے۔ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عدی بن کعب اپنے آدمی کو اس طرح تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اس شخص کو چھوڑ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! پھر وہ لوگ آپ سے یکدفعہ الگ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد سے یعنی حضرت عمرؓ سے پوچھا جبکہ انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی تھی۔ بہت عرصہ بعد مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان سے پوچھا کہ اے میرے باپ! وہ شخص کون تھا جس نے مکہ میں آپؓ کے اسلام قبول کرنے کے دن لوگوں کو جھڑک کر آپ سے دُور کر دیا تھا جبکہ وہ آپ سے لڑ رہے تھے۔ فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! وہ عاص بن وائل سَہۡمِی تھا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 161-162 ذکر اسلام عمر بن خطاب دار ابن حزم بیروت 2009ء)

بخاری میں ایک روایت یہ بھی بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ اپنے گھر میں خوفزدہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ابوعمرو عاص بن وائل سَہۡمِی آیا اور وہ ایک نقش دار چادر اور ایک ریشمی حاشیہ دار قمیص پہنے ہوئے تھا اور وہ بنوسہم قبیلہ میں سے تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا۔ عاص نے حضرت عمرؓ سے کہا تمہارا یہ کیا حال ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا تمہاری قوم یہ خیال کرتی ہے کہ مَیں مسلمان ہوگیا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ انہوں نے کہا کہ تم تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ جب عاص نے یہ بات کہی تو میں مطمئن

ہو گیا۔ عاص چلا گیا اور لوگوں سے ملا۔ یہ حالت تھی کہ وادی مکہ ان لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ عاص نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس خطاب کے بیٹے کی طرف جا رہے ہیں جو بے دین ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا: اس کے پاس نہیں جانا۔ یہ سن کر لوگ واپس آ گئے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب حدیث ۳۸۶۴)

حضرت عمرؓ کے خوفزدہ ہونے والی یہ بات جو روایت میں آتی ہے وہ صحیح نہیں لگتی۔ یہ تو حضرت عمرؓ کی طبیعت کے خلاف بات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پریشانی کے آثار ہوں جسے راوی نے خوف سمجھا ہو جیسا کہ پہلے بھی ایک روایت میں آ چکا ہے کہ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے یہ پناہ واپس بھی کر دی تھی اور اس کا ذکر آگے بھی ملے گا۔ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کی روایات کی تشریح میں عاص بن وائل سَہمی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے چند لوگ جو ایمان لائے تھے ان پر سختی کیے جانے کا بھی ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی مسلمان ہونے پر سختی کا نشانہ بنتے اگر عاص بن وائل بھی انہیں اپنی پناہ میں لینے کا اعلان نہ کرتا۔ عاص بن وائل قریش کے معزز ترین اشخاص میں سے تھا اور بنوسہم قبیلہ میں سے تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے۔ عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم۔ ہجرت سے قبل بحالت کفر ہی فوت ہو گیا تھا اور حضرت عمرؓ بنوعدی خاندان میں سے تھے اور بنوعدی اور بنوسہم کے خاندان ایک دوسرے کے حلیف تھے اور اس معاہدہ اور دوستی اور مدد کی وجہ سے عاص بن وائل نے اپنا اخلاقی فرض جانا کہ حضرت عمرؓ کی مدد کریں۔

(ماخوذ از صحیح البخاری (مترجم) کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب جلد 7 صفحہ 346-347)

جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے عاص بن وائل کی پناہ کو ایک وقت میں رد کر دیا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت عمرؓ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نہیں چاہتا تھا کہ کسی مسلمان کو مار پڑتے ہوئے دیکھتا رہوں اور مجھے نہ مارا جائے۔ آپؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا یہ تو کوئی بات نہیں۔ یہاں تک کہ مجھے بھی وہی تکلیف پہنچے جو دوسرے مسلمانوں کو پہنچ رہی ہے۔ آپؓ کہتے ہیں میں اس وقت تک رکا رہا یہاں تک کہ وہ لوگ کعبہ میں اکٹھے ہوئے۔ مَیں اپنے ماموں عاص بن وائل کے پاس گیا۔ مَیں نے کہا میری بات سنیں اس نے کہا مَیں کیا بات سنوں۔ آپؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ آپ کی پناہ آپ کو واپس لوٹاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اے میرے بھانجے ایسا نہ کر۔ میں نے کہا: بس ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا: جیسے تمہاری مرضی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے پناہ واپس لوٹا دی تو اس کے بعد بس مَیں مار کھاتا اور مارتا ہی رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عطا کی۔

(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۱ عمر بن الخطابؓ دارالکتب العلمیة ۲۰۰۳)

محمد بن عبید بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے ہم بیت اللہ میں نماز ادا نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو آپؓ نے ان کفار سے لڑائی کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نماز ادا کرنے لگے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ اسلام عمرؓ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے ہم عزت سے ہی رہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب حضرت عمرؓ حدیث ۳۶۸۴)

جو بعد کی سختیاں تھیں سختیاں تو وہی جاری رہی ہیں لیکن پہلی سختیوں کے مقابلے میں یہ لوگ ان سختیوں کو سختیاں نہیں سمجھتے تھے حالانکہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی سختیاں جھیلنی پڑیں۔

حضرت عبداللہ بن ہشامؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میرے نفس کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: نہیں۔ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک میں تمہارے نفس سے زیادہ تمہیں محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا۔ اللہ کی قسم! اب آپؐ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اب ہے عمرؓ، اب ہے عمرؓ۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی ﷺ۔۔ حدیث ۶۶۳۲)

یعنی اب ٹھیک ہے۔ یہ ہے ایمان کی حالت۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابو طالبؓ نے بتایا کہ مَیں مہاجرین میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے چھپ کر ہجرت نہ کی ہو سوائے حضرت عمر بن خطابؓ کے۔ جب آپؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپؓ نے تلوار لٹکائی، کندھے پر اپنی کمان رکھی، تیر ہاتھ میں لیے اور نیزہ پکڑے ہوئے کعبہ کی طرف گئے۔ سردارانِ قریش اس کے صحن میں تھے۔ آپؓ نے وقار کے ساتھ کعبہ کے سات چکر لگائے۔ پھر آپؓ مقام ابراہیم پر آئے اور اطمینان سے نماز ادا کی۔ پھر آپؓ ہر گروہ کے پاس ایک ایک کر کے کھڑے ہوئے اور ان سے کہا: چہرے بگڑ جائیں اللہ ناکوں کو خاک آلودہ کرے۔ جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے کھوئے اس کی اولاد یتیم ہو اور اس کی بیوی بیوہ ہو وہ اس وادی کے پار مجھے مل لے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا سوائے چند کمزور مسلمانوں کے کسی نے پیچھا نہ کیا اور آپؓ نے انہیں معلومات فراہم کیں اور ان کی رہنمائی کی۔ پھر اپنے رستے پر چل پڑے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۴۸-۶۴۹ عمر بن الخطاب ھجرتہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۰۰۳ء)

حضرت عمرؓ کی اس طرح کھل کے ہجرت کرنے کے بارے میں حضرت علیؓ کی صرف یہی ایک روایت ہے جو بیان کی جاتی ہے لیکن کئی سیرت نگار اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ محمد حسین ہیکل نے حضرت عمرؓ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔ اس نے اس بحث کو اٹھایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ خاموشی سے چپکے سے اور چھپ کر مکہ سے نکلیں تا کہ مخالفین کو علم نہ ہو مبادا وہ روک پیدا کریں اور مزید تنگ کریں۔ تو اس واضح حکم کے ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کیسے اس کی نافرمانی کر سکتے تھے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ طبقات ابن سعد اور ابن ہشام میں وضاحت سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح چپکے سے ہجرت کی تھی۔ بہر حال اگر حضرت علیؓ کی روایت کو کسی طرح صحیح قرار دینا بھی ہے تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا ہو اور اس وقت ہجرت نہ کی ہو۔ کعبہ میں کھڑے ہو کر سرداروں کے سامنے جو اعلان کیا تھا کہ مَیں جا رہا ہوں مجھے روک لینا لیکن ہجرت نہ کی ہو اور جب ہجرت کا پروگرام بنا تو خاموشی سے ہجرت کی۔ بہر حال ہیکل کی یہ بات اپنے اندر وزن رکھتی ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ طبقات ابن سعد اور ابن ہشام بھی ایسا ہی لکھتے ہیں۔ لگتا یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خاموشی سے ہجرت کی ہو گی کیونکہ مکہ میں جیسے حالات تھے ان کے پیش نظر کھلم کھلا ایسا کرنا ممکن نہیں تھا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ تک جس نے بھی ہجرت کی اس نے خاموشی سے ہجرت کرنے میں ہی عافیت جانی۔ بہر حال اگر حضرت علیؓ کی اس روایت کو صحیح بھی مانا جائے تو ہو سکتا ہے کہ انفرادی فعل ہو لیکن بظاہر شواہد یہی ہیں کہ لگتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

(الفاروق عمر از محمد حسین ہیکل جزء1 صفحہ 53-54 باب فی صحبة النبی ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 2007ء)

حضرت بَرَاء بن عَازِبؓ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مہاجرین میں سے جو ہمارے پاس آئے وہ حضرت مُصْعَب بن عُمَیرؓ تھے جو بنو عبد الدار میں سے تھے۔ پھر حضرت ابن ام مکتومؓ آئے جو نابینا تھے اور بنو فِہر میں سے تھے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ بیس لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر آئے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ میرے پیچھے ہی ہیں یعنی کچھ عرصہ بعد آ جائیں گے۔ پھر کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابوبکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد ۴ صفحہ ۱۴۵ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر زیادہ قوی امکان یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی وقت مجلس میں ہجرت کا ذکر کر دیا ہو اور جوش میں کہہ دیا ہو کہ مجھے روک کر دکھانا لیکن ہجرت خاموشی سے ہی کی ہے کیونکہ یہ روایت بھی آتی ہے کہ بیس لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ بہر حال واللہ اعلم۔ حضرت عمرؓ مدینہ پہنچ کر قُبَا میں رِفَاعہ بن عبد المنذِر کے مہمان ہوئے۔

(سیر الصحابہ جلد1 صفحہ 93 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

قُبَا جیسا کہ ہم جانتے ہیں مدینے سے تین میل کے فاصلے پر اس کی بالائی آبادی ہے اور یہاں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ ان سب میں ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا۔ اس خاندان کے سردار کلثوم بن ہِدْم تھے۔ قُبَا پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے مکان پر قیام فرمایا تھا۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 230)

حضرت عمرؓ کی مؤاخات کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی لیکن یہ مؤاخات بھی دو مواقع پر ہوئی تھی ایک دفعہ مکہ میں اور ایک دفعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں۔ مکہ میں جو مؤاخات قائم فرمائی تھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ حضرت علیؓ کو رکھا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی حضرت عمرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ بہرحال مؤاخات قائم ہونے کے یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں۔ مدینہ میں مہاجر اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عُوَیْم بن سَاعِدَہؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کی مؤاخات حضرت عِتْبَان بن مالِکؓ کے ساتھ قائم فرمائی تھی۔ ایک اَور روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کی مؤاخات حضرت مُعَاذ بن عَفْرَاءؓ سے قائم فرمائی تھی۔

(سبل الهدى والرشاد فی سیرة خیر العباد جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ فی مواخاته ﷺ بین اصحابه رضی الله عنهم۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۳ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۰۶ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی مؤاخات حضرت عِتْبَان بن مالِکؓ سے ہوئی تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 277)

اذان کی ابتدا کے بارے میں ایک روایت یوں ملتی ہے کہ محمد بن عبداللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور میں نے آپؐ کو خواب سنائی۔ یہ حضرت عبداللہ کے ضمن میں بھی ذکر ہو چکا ہے تو یہاں بھی حضرت عمرؓ کا کیونکہ ذکر ہے اس لیے کچھ تھوڑا سا حصہ بیان کر دیتا ہوں یا دوسری روایات میں دیکھ کے کر دیتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً یہ رؤیا سچی ہے جو خواب بیان کی۔ تم بلالؓ کے ساتھ جاؤ کیونکہ وہ تمہاری نسبت زیادہ بلند آواز والے اور منادی کرنے والے ہیں۔ ان کو بتاتے جاؤ جو تمہیں بتایا گیا ہے۔ پس وہ اس کی منادی کرے۔ وہ یعنی حضرت عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے نماز کے لیے حضرت بلالؓ کی آواز سنی تو حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہؐ! اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یقیناً مَیں نے بھی وہی دیکھا ہے جیسا کہ اس نے اذان میں کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔ یہ بات زیادہ پختہ ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الصلوٰة باب ما جاء فی بدء الاذان حدیث ۱۸۹)

حضرت مصلح موعودؓ اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ ایک صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رؤیا کے ذریعہ سے اذان سکھائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی رؤیا پر انحصار کرتے ہوئے مسلمانوں میں اذان کا رواج ڈالا۔ بعد میں قرآنی وحی نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے یہی اذان سکھائی تھی مگر بیس دن تک میں خاموش رہا۔ اس خیال سے کہ ایک اَور شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کر چکا ہے۔“ کیونکہ یہ پہلے بیان ہو چکی تھی اس لیے میں خاموش رہا کہ بیان کی ضرورت نہیں۔ ”اسی کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے کہ اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی اَوْ یُرٰی لَہٗ۔ یعنی مومن کو کبھی تو براہ راست خبر دی جاتی ہے کبھی دوسروں کی معرفت اسے خبر پہنچائی جاتی ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 624-625)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت مختصراً میں اس طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ آج رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ اس کو صرف رمضان کے آخری جمعہ کے طور پر نہ لیں بلکہ یہ جمعہ ہمارے لیے آئندہ کے لیے نئی راہیں متعین کرنے والا ہونا چاہیے۔ رمضان میں جن باتوں کی طرف توجہ ہوئی ہے اور جو نیکیاں کرنے کی توفیق ملی ہے انہیں رمضان کے بعد بھی ہمیں جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے بلکہ اس میں ترقی کرنی چاہیے ورنہ رمضان میں سے گزرنا ہمارے لیے بے فائدہ ہے اگر ہم ان نیکیوں اور پاکیزہ تبدیلیوں کو قائم نہیں رکھتے اور اس میں ترقی نہیں کرتے۔ گذشتہ جمعہ کو مَیں نے درود اور استغفار کی طرف توجہ دلائی تھی وہ صرف رمضان تک ہی محدود نہ رہے کہ رمضان گزرا اور ہم دنیاوی کاموں میں اس طرح غرق ہو جائیں کہ دعاؤں اور استغفار کو بھول ہی جائیں۔ اس طرف بھی مَیں نے خاص طور پر کہا تھا کہ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ فی زمانہ جب دجالی چالیں نئے نئے حربے استعمال کر رہی ہیں۔ دنیا کی چکاچوند نے اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ ہمارے نوجوان اور بچے بھی بعض اوقات اس کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ ایسے میں ہمیں اپنے لیے بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانی حملوں سے دجالی حملوں سے بچا کے رکھے۔

اور اپنے بچوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر اپنے ساتھ لگا کر ایک ان کا خاص تعلق اپنے ساتھ پیدا کر کے انہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بھی بتانے کی ضرورت ہے اور پھر مکمل یقین کروا کر، بچوں کے دلوں میں مکمل یقین پیدا کروا کر پھر انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا چمٹائیں کہ ان کا کوئی فعل، کوئی عمل، کوئی کام، ان کی کوئی سوچ خدا تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو، اس کی تعلیم کے خلاف نہ ہو۔ ہر دنیاوی سوچ اور فتنہ کا ان کے پاس جواب ہو، یہ نہیں کہ بعض چیزوں کے جواب نہیں آتے اور دوسروں سے وہ متاثر ہو جائیں، اور اس جواب کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ان فتنوں سے محفوظ رکھنے والے بن سکیں۔ اور یہی ہماری نسلوں کی زندگیوں کو سنوارنے اور ان کی بقا کی ضمانت ہے اور ہر قسم کے فتنوں سے اپنی نسل کو بچانے کا یہی صحیح طریق ہے لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم خود بھی ایمان اور یقین میں اپنے اعلیٰ معیار حاصل نہیں کرتے، اس معیار تک نہیں پہنچتے جو ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہیے۔ یہ اس وقت ممکن ہو گا جب ہمارا تعلق خدا تعالیٰ سے مضبوط ہو گا۔ ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں معیاری ہوں گی۔ ہم اپنی اس ذمہ داری کو سمجھنے والے ہوں گے کہ ہم نے کیوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم پر عائد ہوتی ہے کہ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے ہوئے، اپنے اعمال پر مستقل نظر رکھتے ہوئے اپنی نسلوں کو بچانے کا ذریعہ بنیں۔ بے حیائی اور لغویات کی انتہا جتنی آج کل ہے شاید ہی پہلے کبھی ہو۔ ہر گھر میں ٹی وی کے ذریعہ سے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے یہ چیز پہنچی ہوئی ہے۔ پہلے تو باہر جا کے خطرہ ہوتا تھا اب تو گھروں کے اندر خطرہ ہے۔ چھپ کے بچے بیٹھ کے دیکھ رہے ہیں۔ پتہ ہی نہیں لگتا کیا کچھ دیکھ رہے ہیں۔ پس بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

جو بزرگوں کی یا ابتدائی احمدیوں کی یا ان احمدیوں کی اولادیں ہیں جنہوں نے خود بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت اختیار کی ہے، زمانہ کے امام کو مانا ہے اور اپنے ایمانوں کو بچانے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہے اور کرتے رہے۔ قربانی دی۔ انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم بھی دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اپنی حالتوں کی طرف نظر رکھیں گے تبھی ہم اپنے آپ کو بھی بچا سکتے ہیں اور اپنی نسلوں کو بھی بچا سکتے ہیں۔ کوئی خاندان چاہے وہ بزرگوں کا خاندان ہو یا کسی بزرگ کی جو اولاد ہے اُسے اس کا خاندان اور بزرگی یہ ضمانت نہیں دے سکتے کہ ضرور اللہ تعالیٰ انہیں نوازتا رہے گا یا ان سے راضی رہے گا۔ ہر شخص کا عمل بہرحال اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اپنے عمل ہی ہیں جو ہمیں بچائیں گے۔ کسی کی رشتہ داری، کسی کا خاندان کسی کو نہیں بچا سکتا۔ اس لیے اس کے لیے ہمیشہ بہت دعا بھی کرنی چاہیے۔ اپنی دینی کمزوریوں پر نظر بھی رکھنی چاہیے۔ اپنے بچوں اور نسلوں کی دنیا سے زیادہ دین میں ترقی کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ دنیاوی ترقی کے لیے ہم بہت دعائیں کرتے ہیں دین کی ترقی کے لیے اُس سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔

اسی طرح جو خود احمدی ہوئے ہیں انہیں بھی اپنی سوچوں کو، اپنے عمل کو اس نہج پر چلانا ہو گا تبھی ہماری بھی بقا ہے اور ہماری نسلوں کی بھی بقا ہے۔ پس رمضان کے ان بقیہ ایام میں اس کے لیے بھی بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری نسلوں کے دین کو سلامت رکھے اور ہماری روحانی ترقی ہو۔ رمضان کے بعد بھی ہماری عبادتوں کے معیار اونچے سے اونچے ہوتے رہیں۔ ہمارا خدا تعالیٰ سے پختہ تعلق قائم ہو۔ ہم دجال کی چالوں میں آنے سے محفوظ رہیں۔ صرف دنیاوی آسائشیں ہمارا مقصود نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دینی اور دنیاوی نعماء سے نوازے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بناتے ہوئے ہمیشہ اس کے آگے جھکنے والا بنائے رکھیں ہمیشہ اس کا کامل عابد بنائے رکھیں۔

اسی طرح اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج کل جو کورونا کی وبا پھیلی ہوئی ہے جس نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اس سے بچنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کے لیے بھی خاص طور پر بہت دعائیں کریں۔ اسی طرح خاص طور پر جن ممالک میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے اور زندگیاں ان کے لیے اجیرن کی ہوئی ہیں ان کے لیے بھی بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ پاکستان کے احمدی جو ہیں ان کو تو خاص طور پر صدقہ اور خیرات اور دعاؤں پر، ان دنوں میں بھی

اور بعد میں بھی، ہمیشہ بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی یہ جو کوششیں ہیں دشمن کے ہر حیلے اور حربے کو ناکام و نامراد کر دیں گی۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ اور اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ دعائیں جو ہیں یہ بہت پڑھیں لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف زبانی دعائیں کام نہیں آتیں، لوگ خطوں میں پوچھ لیتے ہیں کہ مَیں کون سی دعا کروں؟ جب تک ہم اپنی نمازوں کو سنوار کے نہیں پڑھیں گے، جب تک ان کے حق نہیں ادا کریں گے منہ سے صرف ساری دعائیں کرنا کام نہیں آتا۔ نمازوں کا جس طرح اہتمام رمضان میں ہے یہ بعد میں بھی جاری رہنا چاہیے تبھی اللہ تعالیٰ کے رحم اور نصرت کو ہم حقیقی رنگ میں جذب کرنے والے بن سکتے ہیں۔

اسی طرح ہر قسم کے فتنے سے بچنے کے لیے بھی بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس رمضان میں جو بقایا چار پانچ دن رہ گئے ہیں ان میں کامیابی سے گزرنے والے ہوں اور پھر رمضان کے بعد ان نیکیوں کو جاری رکھنے والے ہوں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم اپنی دعاؤں کے دائرے کو جتنا وسیع کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل ہم پر ہوں گے۔ اس لیے خاص طور پر ہر احمدی کو ہر احمدی کی ہر قسم کی مشکلات دور ہونے کے لیے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے اس سے غیر محسوس طور پر آپس کی محبت اور بھائی چارے اور تعلق کی فضا بھی پیدا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ تو ملے گا ہی لیکن ایک عملی فائدہ بھی ہو گا کہ زیادہ پیار و محبت پیدا ہو گا۔

عمومی طور پر مسلم امہ کے لیے بھی دعا کریں۔ جس طرف یہ چل پڑی ہے اور جو زمانے کے امام کا انکار کر کے اپنی دنیا و عاقبت خراب کر رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے۔ انسانیت کے لیے مجموعی طور پر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صحیح رستے پر چلائے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی توفیق دے۔ بہرحال ہمارا کام ہے دعائیں کرنا اور دعائیں کرنا اور دعائیں کرتے چلے جانا۔ رمضان میں بھی اور رمضان کے بعد بھی۔ سب کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

لحاظ سے اس کے مختلف معانی ہیں چنانچہ اس کے ایک معنی تَرْكُ الشَّكْوٰى مِنْ اَلَمِ الْبَلْوٰى لِغَيْرِاللّٰهِ یعنی جب کوئی مصیبت اور ابتلاء وغیرہ انسان کو پہنچے اور اس سے تکلیف ہو تو خدا تعالیٰ کے سوا دوسروں کے پاس اس کی شکایت نہ کرنا صبر کہلاتا ہے، ہاں اگر وہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی بے کسی کی شکایت کرتا ہے تو یہ صبر کے منافی نہیں چنانچہ لغت کی کتاب اقرب الموارد میں لکھا ہے

اِذَا دَعَااللّٰهَ الْعَبْدُ فِيْ كَشْفِ الضُّرِّعَنْهُ لَايُقْدَحُ فِيْ صَبْرِهٖ جب بندہ خدا تعالیٰ سے اپنی مصیبت کے دور کرنے کے لئے دعا کرتا ہے تو اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اس نے بے صبری دکھائی ہے۔ چونکہ صبر کے اصل معنی رکنے کے ہوتے ہیں اس لئے محققین لغت نے لکھا ہے کہ اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ، صَبْرٌ عَلٰى مَا تَهْوِيْ وَصَبْرٌ عَلٰى مَا تَكْرَهُ یعنی صبر کی دو قسمیں ہیں جس چیز کی انسان کو خواہش ہو اس سے باز رہنا بھی صبر کہلاتا ہے اور جس چیز کو ناپسند کرتا ہو لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ آجائے اس پر شکوہ نہ کرنا بھی صبر کہلاتا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے کہ صبر اصل میں تین قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا صبر تو یہ ہے کہ انسان جزع فزع سے بچے۔ قرآن کریم میں آتا ہے وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ (لقمان:۱۸) تجھے جو بھی تکلیف پہنچے تو اس پر صبر سے کام لے یعنی جزع فزع نہ کر۔ دوسرے یہ ہے کہ نیک باتوں پر اپنے آپ کو روک رکھنا یعنی نیکی کو مضبوط پکڑ لینا۔ ان معنوں میں یہ الفاظ اس آیت میں استعمال ہوئے ہیں۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْكَفُوْرًا (الدھر:۲۵) اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور انسانوں میں سے گنہگار اور ناشکر گزار کی اطاعت نہ کر۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس قدر احکام قرب الٰہی کے حصول کے لئے دیئے گئے ہیں ان پر استقلال سے قائم رہنا اور اپنے قدم کو پیچھے نہ ہٹانا بھی صبر کہلاتا ہے۔ اور تیسرے معنے اس کے بدی سے رکے رہنے کے ہیں یعنی برائی سے رکے رہنے کے ہیں۔ ان معنوں میں یہ لفظ اس آیت میں استعمال ہوا ہے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنی اگر وہ تجھے بلانے کے لئے گناہ سے باز رہتے اور اس وقت تک انتظار کرتے جب تک کہ تو باہر نکلتا تو یہ ان کے لئے بہت اچھا ہوتا مگر اب بھی وہ اصلاح کر لیں تو بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

یہ جو تیسری مثال دی گئی ہے آیت کی اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر ہے کہ لوگ آنحضرت ﷺ کو گھر سے بلانے کے لئے اونچی آواز سے گھر سے باہر کھڑے ہو کر بلاتے تھے تو اس پر یہ فرمایا کہ جب ان کے پاس وقت ہو گا کوئی ایسی ایمرجنسی نہیں ہے باہر آجائیں گے، تم بلاوجہ نبی کا وقت ضائع نہ کیا کرو۔ یہ بے ادبی کی بات ہے کہ باہر کھڑے ہو کے آوازیں دینا اور انتہائی نامناسب ہے موقع محل کے لحاظ سے بات کرنا بھی صبر میں شمار ہوتا ہے اور بے موقع اور بے محل بات کرنا بے صبری ہے اور گناہ ہے۔

(خطبہ جمعہ 13/ فروری 2004ء)

آج کی دعا

اے قادر خدا! اے اپنے بندوں کے رہنما! جیسا تو نے اس زمانہ کو صنائع جدیدہ کے ظہور و بروز کا زمانہ ٹھہرایا ہے ایسا ہی قرآن کریم کے حقائق معارف ان غافل قوموں پر ظاہر کر اور اب اس زمانہ کو اپنی طرف اور اپنی کتاب کی طرف اور اپنی توحید کی طرف کھینچ لے۔ کفر اور شرک بہت بڑھ گیا اور اسلام کم ہوگیا۔ اب اے کریم! مشرق اور مغرب میں توحید کی ایک ہوا چلا اور آسمان پر جذب کا ایک نشان ظاہر کر۔ اے رحیم! تیرے رحم کے ہم سخت محتاج ہیں۔ اے ہادی! تیری ہدایتوں کی ہمیں شدید حاجت ہے۔ مبارک وہ دن جس میں تیرے انوار ظاہر ہوں۔ کیا نیک ہے وہ گھڑی جس میں تیری فتح کا نقارہ بجے۔ تَوَكَّلْنَا عَلَيْكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ وَاَنْتَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 213، 214 حاشیہ در حاشیہ)

یہ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی ساری دنیا میں قیامِ توحید کی دردمندانہ دعا ہے۔

موجودہ حالات کے پیش نظر ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کو حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کا پیغام دنیا کو پہنچانے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی صداقت کس طرح ظاہر ہو رہی ہے۔ اور آپ نے کیا پیش گوئیاں فرمائیں اور وہ کس طرح پوری ہو رہی ہیں۔ اس بارہ میں سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

بہرحال ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعویٰ کو زلزلوں اور آفات کے ساتھ کس طرح جوڑا ہے۔ اس کے بارے میں کیا بیان فرمایا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر حوادث اور زلزلوں کے بارے میں آپ نے کیا پیشگوئی فرمائی؟ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدّت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا اُن پر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانے کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو۔ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کر لیں گے اور اُن راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں اُن کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تُو میری طرف سے نذیر ہے۔ مَیں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکو کاروں سے الگ کئے جائیں۔ اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔‘‘

فرماتے ہیں کہ ’’آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہو گا مجھے خبر دی... اور فرمایا ’’پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔‘‘ اس لئے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے۔ لیکن راستباز اُس سے امن میں ہیں۔ سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو تا اُس دن کے ڈرنے سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے۔ لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے۔‘‘

فرماتے ہیں کہ ’’خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو اُن میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی۔ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔‘‘

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20۔ صفحہ 302 تا 304)

تو یہ آپ کا دعویٰ ہے۔ اور جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے بھی غالباً گزشتہ سال مَیں اسی حوالے سے بیان کر چکا ہوں کہ گزشتہ سو سال کے دوران جو آفات اور زلازل آئے ہیں وہ اس سے پہلے ریکارڈ نہیں ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے (ریکارڈ) نہیں ہوئے لیکن جو پرانی بڑی بڑی آفتیں آئی ہیں وہ ریکارڈ میں موجود ہیں۔ لیکن اتنی زیادہ نہیں جتنی اس سو سال میں۔ اللہ تعالیٰ یہ نشان دنیا کے مختلف حصوں میں بار بار دکھا رہا ہے۔ اس لئے بار بار ہمیں اس انذار کو اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ اپنے ایمانوں کو بھی مضبوط کر سکیں اور دنیا میں بھی اُس پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر سکیں جس کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے۔ آپؑ نے واضح فرمایا ہے کہ میرا نشان میری زندگی کے بعد بھی ظاہر ہوتا رہے گا۔ پس جس طرح شدت سے آپ نے دنیا کو اس نشان سے آگاہ کیا ہے ہمیں بھی دنیا کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ 18/ مارچ 2011ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اعلان برائے رضا کار ڈیزائنز

Announcement from Addl. Wakeel-ul-Tasneef (UK)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتب کی طباعت کے وقت اس امر کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے کہ کتب قارئین کے لئے نہایت عمدہ طور پر تیار ہوں اور ان میں خوبصورت و دیدہ زیب ٹائٹل کور بھی ہوں۔

اسی مبارک نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمارے مقدس خلفائے کرام کی بھی یہ ہدایت ہے کہ کتب سلسلہ کے کور عمدہ اور جاذب نظر طور پر ڈیزائن کئے جائیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے انگریزی و دیگر تراجم نیز خلفائے سلسلہ کی کتب کے لئے استعمال ہوسکیں۔

اگر آپ ڈیزائننگ کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں اور رضا کارانہ طور پر سلسلہ کی کتب کے ٹائٹل کور ڈیزائن کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو اپنے نیشنل امیر جماعت کی وساطت سے وکالت ہٰذا سے رابطہ کریں۔خواہشمند احباب کے لئے Adobe Photoshop,InDesign,Illustrator کے استعمال میں مہارت ضروری ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

رابطے کے لیے ای میل:wakalat.tasneef@gmail.com

Additional Wakalat Tasneef UK is looking to expand their team of books› cover designers.

The Promised Messiah (as) took special interest in making his books presentable and appealing to the readers by arranging beautiful calligraphy and cover designs.

We intend to follow these footsteps and endeavour to create attractive cover designs which are used for English and other translations of these books of the Promised Messiah (as) and his successors.

Therefore, if you have good aesthetics and designing experience, you are invited to contact us through your National Ameer to volunteer in this noble cause.

Ideally, the designer should be well-versed in Adobe Photoshop, InDesign and Illustrator as a minimum.

Jazak'Allah.

سانحہ ارتحال

مکرم رانا برہان احمد صاحب مربی سلسلہ حال مقیم ایران تحریر کرتے ہیں کہ

مؤرخہ 18/ مئی 2021ء بروز منگل میرے والد مکرم چوہدری محمد یوسف صاحب ولد مکرم رانا محمد علی صاحب(پنڈی بھاگو ضلع سیالکوٹ) بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں۔اناللہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔آپکی پیدائش پنڈی بھاگو ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ہمارے خاندان میں احمدیت کا نفوذ خاکسار کے دادا جان، مکرم رانا محمد علی صاحب کے ذریعے ہوا جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر قادیان کے مقدس شہر میں جاکر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔خاکسار کے والد محترم نہایت شفیق اور رحم دل شخصیت کے مالک تھے۔مربیان کرام اور واقفین زندگی کا ازحد احترام کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے خاکسار کو وقف نو کی بابرکت تحریک میں پیش کیا۔ جماعتی چندہ جات کی ادائیگی انکی اولین ترجیح ہوتی۔گذشتہ کچھ عرصہ سے جوڑوں کی تکلیف میں مبتلا تھے جس کی بنا پر انکو چلنے پھرنے میں دشواری کا سامنا تھا۔جب کبھی بھی بیمار پڑتے تو خاکسار کو ہدایت فرماتے کہ جلد از جلد پیارے حضور کی خدمت میں دعائیہ خط لکھو۔وفات سے دو روز قبل آپ پیٹ درد کے عارضہ میں مبتلا ہوئے تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا سے بالکل صحت یاب ہوگئے تھے۔ وفات کے دن اچانک ان کی طبعیت دوبارہ خراب ہوگئی اور حرکت قلب بند ہونے کی وجہ آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔

مرحوم کے پسماندگان میں خاکسار کی والدہ محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ، خاکسار کے علاوہ پانچ بھائی اور چار بہنیں شامل ہیں۔ خاکسار کے سب سے بڑے بھائی مکرم رانا جاوید اقبال صاحب سعودی عرب میں ملازمت اور خاکسار ایران میں فارسی زبان میں تعلیم کی وجہ سے والد محترم کے جنازہ میں شامل نہیں ہو پائے۔

احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے نیز جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

		31مئی2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ			04:12	18:59
مدینہ منورہ	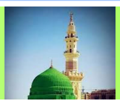		04:03	19:06
قادیان			03:47	19:29
ربوہ			03:27	19:08
اسلام آباد ٹلفورڈ			03:24	21:08

ایک وضاحت بابت اعلانات

اخبار الفضل آغاز سے ہی احباب جماعت کے لئے رابطہ اور تعلق بڑھانے کا ذریعہ رہا ہے۔ اور کامیابی، ولادت، نکاح و شادی اور وفات کے اعلانات نیز یاد رفتگان پر مضامین کے ذریعہ احباب جماعت کے آپس میں تعلقات کومضبوط کرنے کا باعث بنتا رہاہے-اب یہ اخبار بفضل اللہ تعالیٰ آن لائن اور ڈیجیٹل موجود ہے لہٰذا بچوں کی پیدائش، نمایاں کامیابی پر لڑکوں اور مرحومین کی یاد میں لکھے گئے مضامین میں ان کی تصاویر بھی دی جاسکتی ہیں۔

قارئین اعلانات بھجواتے وقت مردحضرات اور بچوں کی تصاویر بھجوا سکتے ہیں۔تصویر بھیجتے ہوئے درج ذیل امور کا خیال رکھیں۔

الف: تصویر واضح ہو۔

ب: پاسپورٹ سائز تصویر جس طرح سرکاری دستاویزات کے لئے لی جاتی ہے۔ (ادارہ)

Email: info@alfazlonline.org

مضمون نگارمتوجہ ہوں

ادارہ الفضل،طب پر ایک سلسلہ کا آغاز کرنے جارہاہے۔ لہٰذا طب سے شوق رکھنے والے مضمون نگار

نمبر 1۔ طب نبوی پرمضامین تیار کر کے بھجوائیں۔

نمبر 2۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طب اور آپ کے آزمودہ نسخوں پر مشتمل مضامین کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

مضمون زیادہ طویل نہ ہوں۔ مائیکروسافٹ ورڈ(word) میں کمپوزڈ ہو اور حوالہ جات مستند اور بنیادی کتب سے ہوں۔(ادارہ)

Email: info@alfazlonline.org

اعلان دعا

مکرم عظمت اللہ باجوہ آسٹریلیا سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

خاکسار کے خسر محترم ڈاکٹر محمد اسلم ناصر آف آسٹریلیا اِن دنوں یوگنڈا مشرقی افریقہ میں مقیم ہیں اور گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے بیمار چلے آرہے ہیں۔ اب ان کے گُردوں کا انفیکشن اور دِل کی تکلیف بڑھ گئی ہے، کمزوری بہت زیادہ ہے اور ڈاکٹروں کے مطابق طبیعت کافی تشویشناک ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ شافی مطلق معجزانہ طور پر شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

اعلان ولادت

مکرم محمود عمیر احمد کارکن دفتر سنٹرل آڈٹ طاہر ہاؤس برطانیہ سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مورخہ 18مئی 2021ء کو خاکسار کو دوسرے بیٹے عزیزم زیدان احمد عمیر سے نوازا ہے۔عزیزم واقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔عزیزم مکرم مبشر احمد خان کا پوتا اور مکرم عبد الواسع شاکر مرحوم کا نواسہ ہے۔قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ نومولود کو نیک، خادم دین اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین۔